امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے ترجمہ قرآن کی مناسبت سے اشاعت خاص

مرتبین

ڈاکٹر امجد رضا امجد انڈیا

ملک محبوب الرسول قادری پاکستان

انوارِ رضا

انٹرنیشنل غوثیہ فورم 198/4 جوہرآباد پنجاب پاکستان

0321,0300 9429027 E-mail:mahmoobqadri787@gmail.com

حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمٰن ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: لاہور)

حضرت قائد اہل سنت شیخ الاسلام مولانا الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: کراچی)

غازی اسلام جانثار پاکستان ملک عبدالرسول قادری رحمۃ اللہ علیہ (مدفون: جوہر آباد)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کے ترجمۂ قرآن کی مناسبت سے

اشاعت خاص

انوارِ کنز الایمان

ڈاکٹر امجد رضا امجد (انڈیا)

ملک محبوب الرسول قادری (پاکستان)

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

انوار رضا لائبریری 198/4 جوہر آباد (41200) پنجاب، پاکستان

0092-300/321-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

انوار کنز الایمان نمبر

جلد نمبر 4 شمارہ نمبر 1,2

ایڈیٹر: ملک محمد قمر الاسلام قمر

چیف ایڈیٹر: مفتی آصف محمود قادری

معاون ایڈیٹر: علامہ محمد شاہد جمیل اویسی

اشاعت خاص: سید غفران شرف گیلانی، تکبیر عباس کھرل

زیر سرپرستی

☆ پیر طریقت صاحبزادہ محمد عتیق الرحمٰن (ڈھانگری شریف)

☆ امیر اہل سنت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری (بھرچونڈی شریف) ☆ شیخ الحدیث پیر سید محمد عرفان مشہدی
☆ استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبدالحق بندیالوی ☆ پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری (بہاری شریف)
☆ پروفیسر صاحبزادہ محبوب حسین چشتی (پیر محل شریف) ☆ محمد اشرف کوثر ☆ حاجی ملک جمیل اقبال
☆ سید ضیاء النور شاہ ☆ ڈاکٹر خالد سعید شیخ ☆ الحاج بشیر احمد چوہدری (لاہور)

مجلس تحریر

محقق العصر مفتی محمد خان قادری۔ ادیب شہیر پیر سید محمد فاروق القادری
مفتی محمد عارف نورانی۔ طارق سلطانپوری۔ علامہ قاری محمد زوار بہادر
پروفیسر محمد ظفر الحق بندیالوی۔ سید وجاہت رسول قادری، عبدالمجید ساجد
مفتی محمد ابراہیم قادری۔ مفتی محمد جمیل احمد نعیمی۔ سید صابر حسین بخاری
صاحبزادہ واحد رضوی۔ الحاج مفتی محمد شفیع ہاشمی۔ سید عبداللہ شاہ قادری۔ مفتی عبدالحلیم ہزاروی

مجلس مشاورت

پیر سید مرید کاظم بخاری، ملک مطلوب الرسول اعوان، ملک محمد فاروق اعوان
صوفی گلزار حسین قادری رضوی، پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی
ماہ رخ خان قادری، مولانا صوفی غلام مرتضیٰ سیفی، پروفیسر قاری محمد مشتاق انور
ملک الطاف عابد اعوان، ملک قاری محمد اکرم اعوان، محمد جاوید اقبال کھارا
مرزا عبدالرزاق طاہر، پیرزادہ محمد رضا قادری، صاحبزادہ محمد بلال الہاشمی
مولانا محمد محفوظ چشتی، قاری محمد عامر خان، مولانا محمد اختر نورانی، الطاف چغتائی
حافظ محمد خان ماہل ایڈووکیٹ، مولانا محمد بشیر احمد فریدی، محمد مزمل مرتضیٰ

مجلس انتظامیہ

مرزا محمد کامران طاہر
مظہر حیات قادری

قیمت فی شمارہ

500 روپے

سالانہ رکنیت فیس

1000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم انوار رضا لائبریری بلاک نمبر ۲ جوہر آباد ضلع خوشاب
0300-9429027
0321-9429027
Ph: 0454-721787

حسنِ ترتیب......انوار کنز الایمان

علم قرآن کا اندازہ اگر صرف اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے اور نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آیت مغفرتِ ذنب کا علمی جائزہ

——■ علامہ مفتی سید شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی

مولانا غلام رسول سعیدی نے مسئلہ "ذنب" پر اپنی چند سالہ تحقیق کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

سورہ فتح کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت کا قطعی اعلان کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور پہلے مرحلہ میں بجز آپ کے تمام نبی اور رسول شفاعت سے گریز کریں گے اور صرف آپ شفاعت کبریٰ فرمائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر عظیم نعمت ہے اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے۔ لیکن آپ کی یہ خصوصیت اس وقت ہوگی جب مغفرت ذنوب کا تعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا ہے اس کو برقرار رکھا جائے۔ (۱)

مولانا غلام رسول سعیدی کا یہ موقف ان کی چند سالہ تحقیق کا خلاصہ ہے۔ لیکن ان کی یہی بات حضرت عزالدین شافعی برسوں پہلے لکھ چکے ہیں مگر اسے کسی نے قبول نہیں کیا۔ حضرت عزالدین السلمی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر دی تھی کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب معاف فرما دیئے گئے ہیں اور یہ کہیں منقول نہیں نہ کسی نبی نے اپنے متعلق اس قسم کی خبر دی ہو، بلکہ یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے ایسی کوئی خبر نہیں دی۔ اسی لیے جب قیامت میں ان سے شفاعت کرنے کی درخواست کی جائے گی تو ہر ایک اپنی لغزش کو یاد کر کے جو سرزد ہوئی ہے نفسی نفسی پکارے گا۔ اگر ان میں سے کسی کو بھی یہ معلوم ہوتا کہ اس کی لغزش معاف فرما دی گئی ہے تو شفاعت کے نام سے جھجک کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔ (۲)

گویا محققانہ موقف اصل میں حضرت عزالدین شافعی کی عبارت کی نقل ہے۔

موافقت کی وضاحت:

مولانا سعیدی کے موقف کی حضرت عزالدین شافعی کی عبارت سے جو مماثلت ہے اس کی اس وضاحت کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جائے کہ صدیوں کے فاصلے کے

باوجود عبارت میں کس قدر قربت ہے۔ حضرت عزالدین شافعی نے لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی تھی کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب معاف فرما دیے گئے ہیں۔

مولانا سعیدی نے اس میں ترمیم و تضعیف کرتے ہوئے لکھا سورہ فتح کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت کا اعلان کر دیا۔

حضرت عزالدین شافعی نے لکھا:

یہ کہیں منقول نہیں کہ کسی نبی نے اپنے متعلق اس قسم کی خبر دی ہو، بلکہ یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے ایسی کوئی خبر نہیں دی۔

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

حضرت عزالدین شافعی لکھتے ہیں:

اسی لیے جب قیامت میں ان سے شفاعت کرنے کی درخواست کی جائے گی تو ہر ایک اپنی لغزش کو یاد کر کے جو سرزد ہوئی ہے نفسی نفسی پکارے گا۔ اگر ان میں سے کسی کو بھی یہ معلوم ہوتا کہ ان کی لغزش معاف فرما دی گئی ہے تو شفاعت کے نام سے جھجک کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور پہلے مرحلے میں بجز آپ کے تمام نبی اور رسول شفاعت سے گریز کریں گے۔

اور پھر لکھتے ہیں:

اور آپ کی یہ خصوصیت اسی وقت ہوگی جب مغفرت ذنوب کا تعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا ہے اس کو برقرار رکھا جائے۔

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ اصل مؤقف حضرت عزالدین شافعی کا تھا جسے کمال ہوشیاری سے مولانا سعیدی نے اپنا مؤقف ظاہر کر کے ان کی عبارت کو اپنی تائید میں پیش کر دیا اور ہر جگہ ''کلی'' اور ''قطعی'' کی قید لگائی اور پھر ''قرآن مجید'' کا اضافہ بھی کیا اور مغفرت ذنوب کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برقرار رکھنے پر اصرار کیا۔ تاہم

حضرت عزالدین شافعی ہوں یا مولانا غلام رسول سعیدی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ حقیقت کے مطابق ہے یا نہیں۔ ہم اس بات کو پانچ وجوہات سے بیان کریں گے۔

(۱) قطعیت کی نفی:

سورہ فتح کی اس آیہ کریمہ **لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر** میں ''مغفرت قطعی کا اعلان'' نہیں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ آیت کریمہ قطعی ہے۔ کیونکہ یہ قرآن حکیم میں ہے مگر اس سے جو مفہوم ثابت کیا جا رہا ہے وہ قطعی نہیں ہے۔ آیت کریمہ تو قطعی الثبوت ہے مگر اس سے جو مفہوم کشید کیا جا رہا ہے وہ قطعی الدلالت نہیں ہے۔ کیونکہ نص قطعی سے جو ثابت ہوتی ہے اس کا قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہونا ضروری ہوتا ہے۔ یہ اس معنی میں تو قطعی الثبوت ہے کہ یہ آیت کریمہ ہے۔ مگر اس مقام میں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ''مغفرت ذنب'' کی نسبت کی جا رہی ہے وہ قطعی الدلالت نہیں ہے۔ یعنی اس میں بے شمار احتمالات موجود ہیں۔ ان احتمالات کا موجود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس بیان کردہ مفہوم پر دلالت کرنے میں قطعی نہیں ہے۔ حضرت عزالدین شافعی کے شیخ، حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ان الله قد شرك اهل البيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر. (۳)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اہل بیت کو بھی شریک کیا ہے تو اگر اس آیت کریمہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ''مغفرت کلی قطعیت'' کے ساتھ ثابت ہوتی ہے تو اہل بیت اور صحابہ کرام کی بھی ''مغفرت کلی قطعیت'' کے ساتھ ثابت ہوگی اور اس کے قائل مولانا سعیدی خود بھی نہیں ہیں اور وہ برملا اس کی نفی کر چکے ہیں۔ حضرت ابن عربی قدس سرہ کی عبارت ہم نے اس لیے پیش کی ہے کہ حضرت عزالدین شافعی ان کے فیض یافتہ اور خاص تھے۔ ان کے دمشق کے زمانہ قیام میں ان کی خدمت کرتے رہے اور انہیں وضو تک کراتے تھے۔ تو جب کسی بات میں حضرت عزالدین شافعی کا قول کیا جا سکتا ہے تو اس معاملہ میں ان کے شیخ حضرت ابن عربی قدس سرہ کا قول بدرجہ اولیٰ قبول کیا جا سکتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ علماء امت کا ایک بڑا طبقہ اس بات کا قائل ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرام یعنی امت کے ذنب ہیں تو پھر بھی یہ اپنے مذکورہ معنی میں قطعی الدلالت نہ ہوئی تو جب یہ آیت کریمہ اپنے معنی و مراد میں غیر واضح ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آیت کریمہ ...

حصہ میں ''مغفرت کلی قطعیت'' کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکتی۔

(۲) قرآنِ حکیم اور مغفرت کلی و قطعی:

حضرت عزالدین شافعی کا یہ کہنا کہ ''کسی نبی نے اپنے بارے میں ایسی کوئی خبر نہیں دی'' اور مولانا سعیدی کا یہ کہنا کہ ''قرآنِ مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔'' یہ خبر نہ دینا اور اعلان کرنا اس کے وجود کی نفی ثابت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ کسی چیز کا عدم ذکر اس کے عدم وجود کو مستلزم نہیں ہوتا۔ اگر حضرات انبیاء کرام کے بارے میں ''کلمہ مغفرت'' سے خبر یا اعلان مغفرت نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی مغفرت نہیں ہے۔ ہم ان شاء اللہ اس کی آئندہ صفحات میں وضاحت کریں گے۔ البتہ حضرت عزالدین شافعی نے تو ''کسی نبی'' کی بات کی تھی مگر مولانا سعیدی نے ''کسی نبی، رسول'' کے ساتھ ''کسی بھی شخص'' کا ذکر کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ عالی کو عام آدمی کے مقابل لا کھڑا کیا جو افسوسناک بات ہے۔ مگر ہم مولانا سعیدی کی خدمت میں گزارش کناں ہیں کہ اتنا کیہ کا وہ شخص جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نمائندوں سے ملاقات کی قرآن حکیم میں اس کا ذکر ہے کہ ایک شخص اس شہر کے کسی دور کے مقام سے دوڑتا ہوا آیا، کہنے لگا کہ اے میری قوم ان فرستادہ لوگوں کی اتباع کرو۔ ایسے لوگوں کی اتباع کرو جو تم سے کوئی اجر اور بدلا نہیں مانگتے اور وہ خود بھی سچائی کی راہ پر ہیں اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم لوگوں کو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا ایسے معبود بنالوں کہ اگر رحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان کی سفارش میرے کام آئے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں۔ اگر میں ایسا کروں تو کھلی گمراہی میں ہوں۔

اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ○ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ○ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ○ (۴)

یعنی میں تو تمہارے رب پر ایمان لا چکا ہوں تم میری بات سن لو۔ حکم ہوا جنت میں داخل ہو جا، تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے رب نے میری مغفرت کر دی اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا۔

علماء تفسیر کے ایک طبقہ نے اسے ظاہر ہی پر رکھا ہے کہ اس شخص کو زندہ ہی جنت میں داخل کر دیا گیا اور بتا دیا گیا کہ تیری مغفرت ہو گئی تو پھر اس نے کہا میرے رب نے میری مغفرت کر دی اور مجھے عزت داروں میں شامل کر لیا کاش کہ میری اس مغفرت کا علم میری قوم کو بھی ہو جاتا۔ اور دوسرے

علماء نے یہ کہا کہ جب اس شخص نے کہا کہ میں رب پر ایمان لا چکا تو لوگوں نے اس پر سنگ باری شروع کر دی جس سے اس کا انتقال ہو گیا اور پھر ''اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا جنت میں داخل ہو جا۔ تو اس نے کہا کہ کاش میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے رب نے میری مغفرت کر دی اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا۔'' دونوں صورتوں میں کوئی بھی ہو اس کی مغفرت کلی اور قطعی ہو گئی اور اس کی اطلاع بھی اسے کر دی گئی۔ اس آیت میں ''غفر'' ماضی کا صیغہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام وقوع پذیر ہو چکا اور اب اس کی خبر دی جا رہی ہے اور اس خبر کی اطلاع اس مغفور شخص کو بھی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے اس کی مغفرت ہوئی اور پھر دخول جنت ہوا۔ لہٰذا جب کسی کو جنت کی بشارت دی گئی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی مغفرت ہو گئی ہے اور اس سے ''کلی'' کا مسئلہ حل ہو گیا کہ مغفرت کا ثمر دخول جنت ہے۔ اب اسے دخول جنت کا مژدہ جانفزا مل گیا تو اس کی ''کلی'' مغفرت ہو گئی۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ اس میں ''مَا تَقَدَّمَ وَ مَا تَاَخَّرَ'' کی قید نہیں ہے تو اس سے ''کلی مغفرت'' کا اثبات نہیں ہو سکتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کی کلی مغفرت ہو چکی اور دخول جنت ہو چکا یا اس کا فیصلہ ہو چکا ہے کیونکہ ''ما تقدم وما تاخر'' کی قید سے جو چیز ثابت کی جاتی ہے وہ اس کے بغیر بھی اس مقام میں حاصل ہے اور ''قطعی'' بھی ہو گئی کہ اس آیت کریمہ میں کوئی دوسرا احتمال نہیں ہے۔ کیونکہ جو چیز نص قطعی سے ثابت ہوتی ہے اس کے دو جزء ہوتے ہیں ایک قطعی الثبوت ہونا وہ تو ظاہر ہے کہ آیت کریمہ ہے اور دوسرا قطعی الدلالت ہونا تو وہ بھی واضح ہے کہ مغفرت اور دخول جنت کی بات اسی شخص کے بارے میں ہے جو ''شہر کے کسی دور کے مقام سے دوڑتا ہوا آیا۔'' اس میں علماء تفسیر کی دو رائے نہیں ہیں لہٰذا مولانا سعیدی کا یہ لکھنا کہ:

''قرآنِ مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی ''کلی مغفرت قطعیت'' کے ساتھ واضح نہیں ہے''۔

[illegible] ہوا۔ قرآنِ حکیم میں موجود چیز کا انکار کیا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ عالی کو ایک عام آدمی کے مقابل لا کھڑا کیا گیا اور یہ زیادتی ہے۔ ایسا کرنا بہرحال کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں ہے حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ○ (۵)

یعنی اے میرے رب میری مغفرت فرما اور میرے والدین اور جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مؤمنین اور مؤمنات کی۔

اور کافروں کی تباہی میں زیادتی فرما۔

اس آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں جو درخواست و دعا کی ہے اس کے آخری حصہ میں تو طے ہے کہ وہ قبول ہو گیا۔ اس وقت کے کافر عذاب میں غرق ہو گئے لیکن اس کا پہلا حصہ "رَبِّ اغْفِرْلِیْ" اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمایا ہے مولانا سعیدی کو اس کا ثبوت فراہم کرنا چاہیے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو شرف پذیرائی بخشی ہے اور اس لیے بھی کہ ان کی دعا کی قبولیت کے سلسلہ میں قرآنِ حکیم میں کوئی تردیدی بیان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہیں نہیں فرمایا ہے کہ میں نے آپ کی دعا رد کردی ہے اور میں آپ کی مغفرت نہیں کروں گا یا میں نے مغفرت نہیں کی ہے۔

اسی طرح قرآنِ حکیم میں ہے حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گزارش کی:

لَهُمْ عَلَیَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ○ (٦)

انکا مجھ پر ذنب ہے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ فرعونی مجھے قتل کردیں گے۔

اس قبطی کے قتل پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی "ذنب" کا اطلاق کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ذنب قرار نہیں دیا۔ پھر اس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گزارش کی:

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ . (٧)

یعنی اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو میری مغفرت فرمادے پس ان کی مغفرت کردی گئی۔ قرآنِ حکیم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ ایک ہی ذنب ثابت ہے اور اس کی مغفرت ہو گئی۔ اس کے علاوہ ان کے کسی اور "ذنب" کا ثبوت قرآنِ حکیم سے نہیں ہے۔ لہٰذا ان کی مغفرت کلی اور قطعی ثابت ہو گئی۔ اس کے علاوہ بھی ایسی مثالیں قرآنِ حکیم سے پیش ہو سکتی ہیں لیکن ہم اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور ایک دفعہ پھر یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا سعیدی نے جو یہ لکھا ہے کہ:

قرآن مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی "کلی مغفرت قطعیت" کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

باطل محض ہے لائق اعتبار نہیں ہے۔ اس لیے کہ "فغفرلہ" میں "غفر" ماضی کا صیغہ

ہے جس سے خبر دی جارہی ہے کہ ماضی میں یہ کام ہو چکا ہے۔ لہٰذا قرآنِ حکیم سے ان کی کلی اور قطعی مغفرت کا اعلان ثابت ہے۔

(۳) حدیث شفاعت سے استدلال:

قرآنِ حکیم کی آیات سے بحث کے بعد اب ہم خبر واحد سے استدلال کی بات کرتے ہیں۔ ایک حدیث ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمة ماج الناس بعضهم فی بعض فیاتون آدم، فیقولون اشفع الی ربك. فیقول لست لها، ولکن علیکم بابراهیم فانه خلیل الرحمن، فیاتون ابراهیم، فیقول لست لها. ولکن علیکم بموسیٰ فانه کلیم اللہ. فیاتون موسیٰ فیقول لست لها، ولکن علیکم بعیسیٰ فانه روح اللہ و کلمته، فیاتون عیسیٰ فیقول لست لها، ولکن علیکم بمحمد فیاتونی فاقول انالها (٨)

یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح سے ہم نے نقل کی ہے اور اس کے مصنف نے کہا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ اس حدیث میں لوگوں کو چار انبیاء کرام کے پاس سفارش کے لیے جانے کا ذکر ہے تو ان چاروں کا ایک ہی جواب ہے۔ "لست لها" یعنی اس بارگاہ میں ہمیں اس کی اجازت نہیں لیکن آخر میں جب لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں "انالها" یہ میرا منصب ہے اور یہ کام میں کروں گا۔ چنانچہ آپ بارگاہ خداوندی میں شفاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت قبول کرے گا۔ شفاعت کبریٰ کا یہ عظیم منصب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ دوسرے انبیاء کرام نے معذرت کر کے لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں پہنچنے میں مدد فرمائی۔

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب شفاعت کا بیان ہے جس کا فیصلہ آپ کے حق میں ہو چکا تھا۔ اس حدیث میں شفاعتِ کبریٰ کے منصب کو "مغفرت ذنب" یا کسی بھی اور ذنب سے معلق اور منسلک نہیں کیا گیا۔ لیکن مولانا سعیدی نے اس حدیث سے استدلال اور کوئی افادہ نہیں کیا۔ اس لیے کہ ان کی "حدیث نفس" کی تائید اس روایت سے نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک دوسری روایت کو مستدل بنایا اور وہ یہ ہے:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال یحبس المؤمنون یوم القیمة، حتی یهموا بذالك فیقولون لو استشفعنا الی ربنا فیریحنا من کاننا، فیاتون آدم،

فیقولون انت آدم ابو الناس خلقك الله عهده واسكنك جنة و اسجد لك ملكته
وعلم اسماء كل شيء اشفع لنا عند ربك حتى يريحنا من مكاننا هذا، فيقول لست
هناكم ويذكر خطيئته التي اصاب اكله من الشجرة وقد نهى عنها ولكن ائتوا نوحاً
اول نبي بعثه الله الى اهل الارض فياتون نوحا فيقول لست هناكم ويذكر خطيئته
التي اصاب سواله ربه بغير علم ولكن ائتوا ابراهيم خليل الرحمن قال فياتون
ابراهيم فيقول اني لست هناكم ويذكر ثلث كذبات كذبهن ولكن ائتوا موسىٰ عبداً
اتاه الله التوراة و كلمه و قربه نجيا قال فياتون موسىٰ فيقول اني لست هناكم ويذكر
خطيئته التي اصاب قتله النفس ولكن ائتوا عيسىٰ عبد الله رسوله و روح الله كلمته
قال فياتون عيسىٰ فيقول لست هناكم ولكن ائتوا محمداً عبداً غفر الله له ما تقدم
من ذنبه وما تاخر قال فياتوني۔ (۹)

ہم نے اس روایت کو مشکوۃ المصابیح سے نقل کیا ہے اور اس کے مؤلف نے کہا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے مولانا سعیدی نے اس روایت کو استدلال کے لیے اس لیے منتخب فرمایا ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے غفر اللہ له ماتقدم من ذنبه وما تاخر کا استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت ہم آگے بیان کریں گے۔

اس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کا ابوالناس ہونا، دست خداوندی سے ان کا تخلیق ہونا، جنت میں رہائش پذیر ہونا، فرشتوں کا ان کے سامنے سجدہ ریز ہونا، انہیں ہر شئی کے اسم کا علم ہونا، حضرت نوح علیہ السلام کا اہل زمین کی طرف مبعوث ہونے والوں میں اول ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل الرحمن ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عبد ہونا، تورات کا ان پر نازل ہونا، اللہ تعالیٰ کا ان سے ہم کلام ہونا اور خاص قرب بخشنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عبد ہونا، رسول ہونا، روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہونا یہ ان کے اوصاف جمیلہ کا بیان ہے لیکن ان اوصاف کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ شفاعت کبریٰ کا منصب بھی انہیں عطا کیا جاتا۔ بس اسی طرح بات ہے کہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کا نزول اور مغفرت ذنب کی آپ کی طرف نسبت کا یہ تقاضا نہیں کہ شفاعت کبریٰ کا منصب آپ کو عطا کیا جائے، جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت عطا کرنے کا کوئی سبب نہیں ہے۔ واللہ یختص برحمته من یشاء اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص فرمالیتا ہے، اس طرح آپ کو شفاعت کبریٰ کا منصب عطا فرمانے کا کوئی سبب عطا فرمانے کا کوئی سبب نہیں ہے بلکہ یہ محض اس کی عطا ہے۔

(الف) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان کی وضاحت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعارف کے لیے جو کلمات فرمائیں گے وہ یہ ہیں۔

عبداً غفر الله له ما تقدم من ذنبه و ما تاخر

چونکہ دوسرے انبیا کرام نے معذرت کی کہ لست ھناکم یعنی ہم اس بارگاہ میں تمہارے لیے اس وقت کوئی سفارش نہیں کرا سکتے لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کی رہنمائی ایک ایسی ہستی کی طرف کی جس کی وجہ سے دنیا میں اس قسم کا اعلان ہو چکا تھا۔ یعنی اس وقت ایسی ہستی کی ضرورت تھی جو نہ صرف اپنی ذات کی حد تک محفوظ ہو بلکہ دوسروں کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے جو نہ صرف اپنی ذات کی حد تک مغفور ہو بلکہ دوسروں کی مغفرت کے لیے سبب اور باعث بنے اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے ایسے عبد کامل ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے اگلوں اور پچھلوں کے ذنب کی مغفرت فرمائی ہے۔

اور اس وقت ایسی ہی ہستی کی ضرورت تھی جو دوسروں کے لیے اتنی نفع رساں ہوں نہ یہ کہ اپنی ذات کی حد تک اس کا نفع اور فائدہ محدود ہو۔ اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی ذات گرامی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کی رہنمائی آپ کی طرف اس لیے کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں یہ فرما چکا ہے۔

تا کہ مغفرت کرے اللہ تعالیٰ آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے ذنب کی۔ یعنی اس مقام کا اقتضاء یہی تھا کہ دنیا میں آپ کے بارے میں یہ اعلان ہو چکا ہو۔ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جن کے سبب لوگوں کی مغفرت ہوتی ہے وہ ذات تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور آج اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرنی ہے کہ وہ مخلوق کا حساب شروع فرمائے تا کہ لوگ اس مخمصے میں پھنسے ہوئے ہیں اور کشمکش میں مبتلا ہیں، امید و بیم اور خوف و رجاء کی کیفیت میں مبتلا ہیں اس سے خلاصی اور رہائی کی کوئی صورت پیدا ہو تو اس کام کے لیے بھی آپ ہی کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس مقام میں حضرت عطاء خراسانی کا مؤقف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہتر ترجمانی کر سکتا ہے۔ اس لیے مولانا سعیدی کا یہ کہنا "آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے علاوہ تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہو گی۔"

اس میں ''یہی وجہ ہے'' درست نہیں ہے بلکہ یہ ان انبیا کرام کا منصب ہی نہیں تھا۔ اگر ''یہی وجہ ہے'' کو تسلیم کیا جائے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سفارش کرنی چاہیے تھی کیونکہ انہوں نے یہ تو کہا ''لَسْتُ هُنَاكُمْ'' مگر اس کے ساتھ اپنے کسی عذر کو بیان نہیں کیا کہ میں یہ کام کیوں نہیں کر سکتا یعنی اپنی کسی کمزوری کو بیان نہ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کوئی کمزوری تھی ہی نہیں اور بیان بھی نہیں ہوئی تو پھر انہیں شفاعت کبریٰ کا منصب ملنا چاہیے تھا مگر اس کے باوجود بھی نہیں ملا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت کبریٰ ان کا منصب ہی نہیں تھا۔

اگر کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات شفاعت کا سبب بنے ہیں تو لازم آئے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات حضرت نوح علیہ السلام کے لیے شفاعت کبریٰ کے حصول کا سبب بنتے۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اور ان کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے، جب کہ ایسا نہیں ہوا تو اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات تعارفی حیثیت رکھتے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ شفاعت کبریٰ کا سبب بن گئے۔ شفاعت کبریٰ آپ کا منصب تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر کسی مطالبہ کے عطا فرمایا۔

(ب) بخاری و مسلم کی روایت میں اختلاف:

یہ روایت بخاری میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہیں گے عبداً غفر الله له ماتقدم من ذنبه وماتاخر مگر ''مسلم'' میں اس طرح بھی ہے:

اذهبوا الیٰ محمد صلی الله علیه وسلم فیاتونی، فیقولون یا محمد انت رسول الله و خاتم الانبیاء و غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر، اشفع لنا الیٰ ربك. (۱۰)

یعنی ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تو وہ میرے پاس آئیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ کہیں گے۔ اے محمد! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیا ہیں اور اللہ نے آپ کے سبب اگلوں اور پچھلوں کے ذنب کی مغفرت کر دی ہے۔ اپنے رب کی بارگاہ میں ہمارے لیے شفاعت کیجیے۔

اس مقام میں حضرت خراسانی کی توجیہ یا مؤقف بالکل درست ہے اس لیے کہ ابتداء میں اَنْتَ رَسُوْلُ اللهِ اور خَاتَمُ الْاَنْبِيَاء آپ کی ذاتی تعریف ہے اور غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وہ تعریف ہے جو دوسروں کے حوالے سے ہے جس میں آپ کی وجہ سے امت کی

مغفرت کا ثبوت ملتا ہے تو جب صحابہ کرام کی مغفرت آپ کی وجہ سے ہوئی تو اس لیے لوگوں کو ہمت ہوئی اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کے طالب ہوئے۔

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اس کے سایہ رحمت میں ہوں گے۔ انہیں حساب کی اتنی جلدی نہیں ہوگی بلکہ وہ پچاس ہزار سال کا دن ان پر چشم زدن میں گزر جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے مقبول ترین بندہ ہیں اور وہ مقبول ترین لوگوں میں ہوں گے۔

اب جب ''صحیح مسلم'' کی روایت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں ہے بلکہ قیامت کے روز وہ لوگ جو پریشان حال اور پراگندہ اعمال ہوں گے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت گرامی میں گزارش کریں گے:

انت رسول الله وخاتم الانبياء و غفر الله لك ماتقدم من ذنبك وما تاخر، اشفع لنا الیٰ ربك.

تو گویا گنہگار اور عام لوگوں کا قول ہوگا۔ اس لیے اسے سند کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے۔ عام لوگوں کا قول اس دنیا میں دلیل نہیں ہوتا تو آخرت میں کیسے دلیل ہو سکتا ہے۔ اگر یہ گنہگار لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر نہ ہوں تو بھی شفاعت کبریٰ آپ کرتے اس لیے کہ یہ آپ کا منصب ہے۔

(۵) حضرات انبیا کرام اور میدان حشر:

قیامت کے روز تمام انسان میدانِ حشر میں جمع ہوں گے۔ ان میں ایک طبقہ فرمانبرداروں کا ہوگا اور دوسرا طبقہ نافرمانوں کا ہوگا اور پھر ان دونوں طبقات میں درجات ہوں گے اور یہ حساب کا دن ہوگا قرآنِ حکیم میں ہے:

مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ. (۱۱)

اس ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال جتنی ہوگی۔ اور اس کی ہولناکیوں کو قرآنِ حکیم میں جا بجا بیان کیا گیا ہے۔ لیکن وہ طبقہ جو فرمانبرداروں کا ہوگا وہ اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ تلے ہوگا اور خوش و خرم ہوگا۔ ان پر اس دن کی ہولناکیوں کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ وہ نہایت مطمئن اور شاداں و فرحاں ہوگا۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللهِ. (۱۲)

یعنی وہ لوگ جن کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے ہوں گے اور قرآنِ حکیم میں ہے:

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ O اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ O (۱۳)

یعنی قیامت کے روز ایسے چہرے بھی ہوں گے جو تر و تازہ اور خوش و خرم اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے اور قرآنِ حکیم میں ہے:

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ O ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ O (۱۴)

یعنی اس روز ایسے چہرے بھی ہوں گے جو چمکتے ہوئے، ہنستے ہوئے خوش و خرم ہوں گے اور قرآنِ حکیم میں ہے:

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ O لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ O (۱۵)

یعنی ایسے روز ایسے چہرے بھی ہوں گے جو تازہ اور خوش ہوں گے اور اپنی سعی و کوشش پر راضی ہوں گے۔

ان آیاتِ کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حشر کے روز ایک طبقہ نہایت خوش و خرم ہوگا، ان کے چہروں پر خوف و حزن اور رنج و ملال کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جو اس روز اطمینان و سکون سے ہوگا وہ آگے والے مرحلے سے مطمئن ہوگا۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا. (۱۶)

یعنی قیامت کے روز ہم پرہیز گاروں کو رحمٰن کے ہاں مہمانوں کی حیثیت سے جمع کریں گے۔ گویا متقین اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ جتنے متقی لوگ ہیں سب سے حسنِ سلوک کا وعدہ ہے اور اس دنیا میں حضرات انبیا کرام متقی بلکہ اتقی ہیں اور ان سے زیادہ کوئی تقوے دار نہیں ہے۔ چنانچہ ان حضرات کا قیامت کے روز میدانِ حشر میں مہمان ہونا، معزز و محترم ہونا اور خوش و خرم ہونا یقینی امر ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ (۱۷)

یعنی قیامت کے روز صادقین کو ان کا صدق بھرپور فائدہ دے گا۔ کیونکہ وہ ظلم زیادتی کا دن نہیں ہوگا بلکہ عدل و انصاف کا دن ہوگا۔ اس روز کسی سے ذرہ برابر زیادتی نہیں ہوگی اور تمام انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب سے زیادہ صادق ہیں لہٰذا ان کا سکون و اطمینان یقینی چیز ہے اور قرآنِ حکیم میں ہے:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ، فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِیْنَ. (۱۸)

یعنی ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جن کی طرف انبیا و رسل کو بھیجا گیا ہے اور حضرات مرسلین

سے بھی پوچھیں گے۔ پھر ہم خود ان پر بیان کریں گے اس لیے کہ ہم کوئی غائب و غیر حاضر تو نہیں تھے۔ یہاں حضرات مرسلین سے پوچھنے کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی ان لوگوں نے آپ پر ایمان لایا تھا جب آپ نے انہیں دعوت و تبلیغ سے نوازا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرات مرسلین سے حساب ہوگا اور وہ اس لیے پریشان ہوں گے۔ وہ تو معصوم و مغفور ہیں اور اگر کسی نے نیک اور اچھا کام کیا ہے اور اپنی ذمہ داری کو حسن و خوبی سے سرانجام دیا ہے تو اس سے معلوم کر لینا کہ یہ کام آپ نے کیا ہے، سرزنش نہیں ہے اور جس کے سامنے وہ عمل وقوع پذیر ہوا ہے اس سے معلوم کر لینا بھی عتاب نہیں ہے۔ اس آیت میں ''المرسلین'' جمع مُعَرَّف باللام ہے اور ایسی جمع کے بارے میں حضرت علامہ تفتازانی نے لکھا ہے کہ: **الجمع المعرف بلام الاستغراق یتناول کل واحد من الافراد.** (۱۹)

یعنی جمع بلام الاستغراق افراد میں سے ہر ہر فرد کو شامل ہوتا ہے، جیسے قرآنِ حکیم میں **علم ادم الاسماء** ہے۔ اس میں ''**الاسماء**'' میں اسماء، اسم کی جمع ہے اور اس پر الف لام داخل ہے تو اب یہاں ''الاسماء'' سے مراد ہر ہر اسم ہوگا۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیتِ کریمہ میں ''المرسلین'' مرسل کی جمع ہے اور اس پر الف لام داخل ہے اور جمع پر الف لام کا دخول استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ''ہر ہر مرسل'' سے یہ سوال ہوگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مسئول ہوں گے اس لیے کہ آپ مرسل ہیں۔ اور یہ سوال کرنا کوئی تہدید یا عتاب نہیں ہے۔ ہماری اس بات کی تائید اس آیتِ کریمہ سے بھی ہوتی ہے کہ:

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (۲۰)

یعنی قیامت کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور وہ اہلِ ایمان جو آپ کے ساتھ ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر نوازش و مہربانی فرمائے گا۔ یعنی جن لوگوں کو اس روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایمانی معیت نصیب ہوگی ان پر بھی نوازش و عطا ہوگی۔ جب غیر انبیا اہلِ ایمان اور اہلِ تقویٰ کو یہ اعزاز و اکرام حاصل ہوگا تو حضرات انبیاء کرام کا کیا کہنا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرات انبیا کرام اس روز راحت و سکون سے ہوں گے، ان پر کوئی خوف و حزن کی کیفیت نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی خصوصی نوازشات و عنایات ان پر ہوں گی۔ اس لیے ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اس طرح لکھیں کہ:

تمام انبیا و مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی۔

حضرات انبیا کرام کا نفسی نفسی کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی ذات کی حد تک محفوظ و مامون ہیں اور سر دست کسی کی شفاعت و سفارش کی اجازت نہیں ہے۔ ہمیں اس کا امر اور ارشاد نہیں، یہ ہماری ذمہ داری نہیں، ہم اس کے پابند نہیں ہیں۔ یہ کسی حدیث میں نہیں ہے کہ جب ''الناس'' ان

کے پاس پہنچے تو وہ خوف زدہ اور غمزدہ تھے، لرز رہے تھے، ان سے بات نہیں ہو پا رہی تھی بلکہ جب یہ "الناس" ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے ان کی بات سنی اور عمدہ طریقہ سے انہیں جواب دیا کہ فی الحال شفاعت وسفارش کی اجازت نہیں۔ اس طرح ہر ایک نے دوسرے کی طرف رجوع کا مشورہ دیا۔

ایک فروگزاشت کی طرف اشارہ:

حضرات انبیا کرام کی تعداد کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس میں معمولی کم وبیش پر مشتمل ہے اور ان میں سے تقریباً دو درجن حضرات گرامی کے اسماء قرآن حکیم میں ہیں اور ہم نے جو احادیث شفاعت ذکر کی ہیں ان میں سے ایک میں چار اور دوسری میں پانچ انبیا کرام کے اسماء گرامی مذکور ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ان لوگوں کے پاس "الناس" کی حاضری ہوگی۔ بہر صورت میدانِ حشر میں حضرت آدم سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک تمام انبیا کرام موجود ہوں گے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن جن کے پاس "الناس" کی حاضری کا ذکر ہے وہ چار پانچ ہی ہیں۔ مگر مولانا سعیدی نے لکھا کہ:

"تمام" انبیا کرام اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی۔

مولانا سعیدی نے چار پانچ انبیا کرام پر "تمام" کا اطلاق کیا ہے، جو درست نہیں ہے۔ کیونکہ "چار" اور "پانچ" جمع تو ضرور ہیں۔ مگر "تمام" نہیں ہیں۔ "تمام"، "کل" کا معنی ہے، جس میں حصر واستغرق پایا جاتا ہے۔ جاء نی القوم اور جاء نی القوم کلھم کے معنی ومفہوم میں بڑا فرق ہے۔ صرف "قوم کا آنا" اور تمام قوم کا آنا" میں فرق اور امتیاز نہ کرنا، غفل اکبر اور تحقیقی بحث میں غیر محتاط کلمات کا استعمال ہے۔ حضرت عزالدین شافعی نے اپنی عربی عبارت میں ایسا کوئی کلمہ استعمال نہیں کیا۔ یہ مولانا سعیدی کی اختراع ہے۔

(۴) شفاعت کبریٰ اور کلی مغفرت ذنب:

مولانا غلام رسول سعیدی کا یہ مؤقف کہ "کلی مغفرت ذنب کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے روز شفاعت کبریٰ فرمائیں گے" اس لیے بھی غیر صحیح ہے کہ آیت کریمہ:

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○ (۲۱)

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ہے اور سورہ بنی اسرائیل مکی دور میں نازل ہوئی۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے مکی دور میں آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائیں گے اور اس پر حدیث:

وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ (۲۲)

میں "اَلَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ" بھی دلالت کر رہا ہے۔ یعنی وہ مقام محمود جس کا وعدہ تو نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے۔ اذان کے بعد کی جانے والی یہ دعا مدنی دور کے ابتداء سے تعلق رکھتی ہے جو بہر صورت معاہدہ حدیبیہ سے پہلے ہی کا زمانہ ہے اور لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ معاہدہ حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور "مقام محمود" اس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں قیامت کے روز میدانِ حشر میں جلوہ گر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی حمد وثناء کریں گے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کی ہوگی اور وہیں آپ شفاعت فرمائیں گے۔ جسے شفاعت کبریٰ اور عظمیٰ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت جار اللہ زمخشری "مقاماً محمودا" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المراد الشفاعة (۲۳)

اس سے مراد شفاعت یعنی مقام شفاعت ہے۔ حضرت علی مہائمی لکھتے ہیں:

هو مقام الشفاعة (۲۴)

یعنی مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے۔ حضرت بیضاوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

المشهور انه مقام الشفاعة لماروی ابو هريرة انه عليه السلام قال هو المقام الذی اشفع فيه لامتی. (۲۵)

مشہور یہ ہے کہ وہ مقام شفاعت ہے جیسا کہ ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مقامِ محمود وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا۔ اور حضرت محمود آلوسی لکھتے ہیں:

المراد بذالك المقام، مقام الشفاعة العظمىٰ. (۲۶)

یعنی مقام محمود، شفاعت عظمیٰ کے مقام کا نام ہے۔ اسی طرح حدیث شفاعت کے آخر میں ہے:

ثم تلاهذه الاية عسى ان يبعثك ربك مقاما محموداً قال و هذا المقام المحمود الذی وعده نبيكم. (۲۷)

پھر انہوں نے عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محموداً کی تلاوت کی اور فرمایا یہ مقام محمود وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے وعدہ فرمایا ہے:

چنانچہ اس "مقام محمود" یعنی شفاعت کبریٰ کا منصب عطا کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے ہجرت سے قبل مکی دور میں کیا تھا اور لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ معاہدۂ حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی۔ اس لیے اس آیۂ کریمہ یا اس کے مضمون کو مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کے حصول سے منسلک کرنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ

غیر مشروط اور غیر مقید ہے۔ اس میں ایسی کوئی شرط یا قید نہیں ہے کہ پہلے آپ کے اگلے پچھلے ذنب معاف کیے جائیں گے اور پھر آپ کو مقامِ محمود اور شفاعت کبریٰ کا منصب دیا جائے گا۔ اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے بھی یہ بات نہیں کی اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ ''کلی مغفرت کے نتیجے میں یہ منصب مجھے عطا ہوا ہے۔'' تو پھر وہ لوگ جن کا دعویٰ یہ ہے کہ ''ہمارا قبلہ حدیث ہے'' جدھر حدیث ہوتی ہے ہم ادھر ہو جاتے ہیں اور جدھر وہ مڑتی ہے ہم ادھر مڑ جاتے ہیں تو یہاں ان کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صاف وعدہ موجود ہے اور وہ بھی غیر مشروط و غیر مقید اور پھر اس کی شان یہ ہے کہ "لا یخلف المیعاد" کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا تو وہ اس بات کو کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ شفاعت کبریٰ آپ کا منصب ہے اور یہ وہ منصب ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر مطالبہ کے عطا فرمایا ہے۔ اس کا ''کلی مغفرت'' سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کا کلی مغفرت سے تعلق ثابت کرنا اختراع و ابداع ہے۔

(۵) مغفرت ذنب میں نسبت ظنی ہے:

حضرت ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ان الادلة السمعية اربعة. الاول قطعی الثبوت والدلالة کنصوص القرآن المفسرة او المحکة، والسنة المتواترہ، التی مفهومها قطعی، الثانی قطعی الثبوت ظنی الدلالة کالآیات المؤولة۔ (۲۸)

سماعی دلائل کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہے جیسے قرآنِ حکیم کی وہ نصوص جو مفسرہ یا محکمہ ہیں اور سنت متواترہ جس کا مفہوم قطعی ہے اور دوسری قسم قطعی الثبوت اور ظنی الدلالت ہے جیسے آیات مؤولہ ہیں۔ یعنی کوئی چیز قطعی الثبوت والدلالت ہو تو اسے قطعی کہتے ہیں اور اگر کوئی چیز قطعی الثبوت اور ظنی الدلالت ہو تو وہ قطعی نہیں ہو سکتی اسے ''ظنی'' کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسے وہ آیات جن میں تاویل ہوتی ہے اور کئی کئی احتمال ہوتے ہیں اور تاویل سے کام لے کرا
یک احتمال کو متعین کیا جاتا ہے اور یہ چیز ظنی ہوتی ہے۔ جس کی ایک مثال حضرت نظام الدین شاشی نے لکھی ہے:

لفظ القروء، المذکور فی کتاب اللہ تعالیٰ محمول اما علی الحیض کما ہو مذہبنا او علیٰ الطہر کما ہو مذہب الشافعی (۲۹)

قرآنِ حکیم میں جو ''ثلٰثۃ قروء'' ہے اس میں سے لفظ ''قروء'' یا تو ''حیض'' پر محمول ہے (جیسا کہ ہمارا مذہب حنفی ہے) یا ''طہر'' پر محمول ہے (جیسا کہ شافعی مذہب ہے) یعنی ''قروء'' کے دو

معنی ہیں ایک حیض دوسرا طہر اس لیے اصحاب علم نے اس میں تاویل س کام لیا ہے۔ حنفیہ نے تاویل کر کے اس سے مراد حیض لیا ہے اور شافعیہ نے تاویل کر کے اس سے مراد طہر لیا ہے، چونکہ ''ثلٰثۃ قروء'' قرآنِ حکیم کی آیت کا حصہ ہے اس لیے قطعی الثبوت ہے مگر معنی مراد یعنی حیض پر اطلاق و دلالت میں ظنی ہے۔ اس لیے کہ اس میں اور احتمالات بھی ہیں۔ اس بنا پر یہ کہا جائے گا کہ ''قروء'' سے حیض مراد لینا ظنی ہے، قطعی نہیں ہے۔ حضرت شیخ احمد مؤول کے حکم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حکم المؤول وجوب العمل بما جاء فی تاویل المجتهد مع احتمال انه غلط و یکون الصواب فی جانب الآخر، والحاصل انه ظنی واجب العمل غیر قطعی فی العلم. (۳۰)

یعنی مؤول کا حکم یہ ہے کہ جب اس میں مجتہد تاویل کر کے ایک معنی متعین کرتا ہے تو اس پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے باوجود اس کے کہ اس میں یہ احتمال بھی موجود ہوتا ہے کہ وہ غلط ہو اور صواب جانب مخالف میں ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مؤول دلیل ظنی ہوتا ہے اس پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے۔ لیکن علم کے معاملہ میں غیر قطعی ہوتا ہے۔ یعنی اگر اس کا تعلق عمل سے ہے تو وہ لازم ہوتا ہے اگر اس کا تعلق یقین و عقیدہ سے ہے تو پھر مؤول کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ عام ازیں کہ مؤول کے معنی کا تعین خبر واحد سے ہوا ہو یا قیاس سے ہو۔ حضرت جلال الدین محلی لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہو مؤول لعصمة الانبیاء علیهم السلام بالدلیل العقلی القاطع من الذنوب. (۳۱)

یعنی اس آیت کریمہ میں ذنب کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف مؤول ہے اس لیے کہ حضرات انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت دلیل عقلی کے ساتھ ذنوب سے قاطع ہے۔ یعنی چونکہ حضرات انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت دلیل عقلی سے ثابت ہے اس کی وجہ سے ان کی طرف ذنوب کی نسبت نہیں کی جا سکتی اور "ذَنْبِكَ" میں جو نسبت ہے یہ تاویل کی ہوئی ہے۔ اس کی تشریح میں حضرت صاوی لکھتے ہیں:

ان اسناد الذنب له صلی الله علیه وسلم مؤول، اما بان المراد ذنوب امتك. (۳۲)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اس مقام میں ذنب کی نسبت کی تاویل کی گئی ہے یا اس سے مراد امت کے ذنوب ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے کئی احتمال حضرت صاوی نے اس مقام میں بیان کیے ہیں۔

ہمارا مدعا یہ ہے کہ جو چیز مووّل ہوگی وہ دلیل ظنی ہوگی۔ دلیل قطعی نہیں ہوگی۔ عمل میں تو اسے اہمیت حاصل ہوگی لیکن علم وعقیدہ کے باب میں وہ مفید نہیں ہوگی۔ اور اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ذنب کی نسبت مووّل ہے اور یہاں عمل کی نہیں علم وعقیدہ کی بات ہے۔

اور خود مولانا غلام رسول سعیدی نے اس میں حضرت سیوطی کے حوالے سے کوئی سترہ احتمالات ذکر کیے ہیں اور جب خبر واحد سے وہ ایک احتمال کو متعین کر رہے ہیں تو یہ دلیل ظنی ہوئی۔

حضرت علامہ تفتازانی خبر واحد کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان خبر الواحد علیٰ تقدیر اشتماله علیٰ جمیع الشرائط، المذکورة فی اصول الفقه لا یفید الا الظن. (۳۳)

یعنی خبر واحد اگر ان تمام شرائط پر جو اصول فقہ میں مذکور ہیں مشتمل ہو تو بھی صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے اور اسکے بعد واضح طور پر لکھتے ہیں۔

لا عبرة بالظن فی باب الاعتقادیات. (۳۴)

یعنی اعتقادیات میں ظن کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ یعنی خبر واحد دلیل ظنی ہوتی ہے۔ اور دلیل ظنی اعتقادیات میں سودمند نہیں ہوتی لہٰذا خبر واحد یقینیات میں فائدہ نہیں دیتی۔ اور حضرت شیخ عبد العزیز پرہاروی نے بھی لکھا ہے:

ان خبر الواحد لا یعتبر فی العقائد. (۳۵)

عقائد چونکہ یقینیات کے باب میں شامل ہیں اس لیے خبر واحد ان میں سودمند نہیں ہوتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب بدر کے بارے میں فرمایا ہے:

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قَدْغَفِرَتْ لَكُمْ. (۳۶)

یعنی تم لوگ جو چاہو عمل کرو اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کردی ہے۔ مولانا سعیدی نے اس پر لکھا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کو مغفرت کی نوید سنائی ہے۔ لیکن یہ خبر واحد سے ثابت ہے اور ظنی ہے۔ (۳۷)

یعنی جو چیز خبر واحد سے ثابت ہوتی ہے وہ ظنی ہوتی ہے۔ مولانا سعیدی نے آیت کریمہ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ میں جو سترہ احتمال بیان کیے ہیں ان میں ایک احتمال کہ "ذَنْۢبِكَ" میں ذنب کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے کو خبر واحد سے ثابت کیا

طرف ہو سکتی ہے یا نہیں علماء کرام نے عصمت انبیا علیہم السلام کے ضمن اور ذیل میں بیان کیا ہے اور عصمت انبیا علیہم السلام کے ضمن اور ذیل میں بیان کیا ہے اور عصمت انبیا علیہم السلام کی بحث عقائد سے تعلق رکھتی ہے جو یقینیات کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا خبر واحد جو دلیل ظنی ہوتی ہے سے یقینیات و اعتقادیات میں استدلال کرنا خلاف قاعدہ

اور خلاف ضابطہ ہے اور یہ وہ قاعدہ اور ضابطہ ہے جو مولانا سعیدی کو بھی تسلیم ہے۔ لہٰذا انہیں اپنے اس موقف: "آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں" کے درست نہ ہونے کا اعتراف کرنا چاہیے اور حقیقت جیسی ہے ویسی ہی قبول کرنی چاہیے۔

"حوالہ جات"

۱۔ شرح صحیح مسلم، ج ۷، ص ۳۳۸۔
۲۔ جواہر البحار، ج ۱، ص ۱۹۷۔
۳۔ فتوحاتِ مکیہ، ج ۱، ص ۲۵۷
۴۔ قرآنِ حکیم، سورۂ یٰسین، آیت ۲۷۔
۵۔ قرآنِ حکیم، سورۂ نوح، آیت ۲۸۔
۶۔ قرآنِ حکیم، سورۃ الشعراء، آیت ۱۴۔
۷۔ قرآنِ حکیم، سورۃ القصص، آیت ۱۶۔
۸۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۸۸۔
۹۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۸۸۔
۱۰۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۱۱۔
۱۱۔ قرآنِ حکیم، سورۃ المعارج، آیت ۴۔
۱۲۔ قرآنِ حکیم، سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۰۷۔
۱۳۔ قرآنِ حکیم، سورۃ القیامہ، آیت ۲۲۔
۱۴۔ قرآنِ حکیم، سورۂ عبس، آیت ۳۸۔
۱۵۔ قرآنِ حکیم، سورۃ الغاشیہ، آیت ۸۔
۱۶۔ قرآنِ حکیم، سورۂ مریم، آیت ۸۵۔
۱۷۔ قرآنِ حکیم، سورۂ مائدہ، آیت ۱۱۹۔

۱۹۔ مختصر المعانی، ص ۱۱۸۔

۲۰۔ قرآن حکیم، سورۃ التحریم، آیت ۸۔

۲۱۔ قرآن حکیم، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۹۔

۲۲۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۶۵۔

۲۳۔ تفسیر کشاف، ج ۲، ص ۶۸۷۔

۲۴۔ تفسیر تبصیر الرحمٰن، ج ۱، ص ۳۳۵

۲۵۔ تفسیر بیضاوی، ص ۴۹۶

۲۶۔ تفسیر روح المعانی، ج ۱۵، ص ۱۴۰

۲۷۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۸۸۔

۲۸۔ فتاوٰی شامی، ج ۱، ص ۷۰

۲۹۔ اصول الشاشی، ص ۱۳۔

۳۰۔ نور الانوار، ص ۸۵۔

۳۱۔ تفسیر جلالین، ص ۴۲۳۔

۳۲۔ حاشیہ جلالین، ص ۴۲۳۔

۳۳۔ شرح عقائد، ص ۱۰۱

۳۴۔ شرح عقائد، ص ۱۰۱۔

۳۵۔ نبراس، ص ۴۵۰۔

۳۶۔ صحیح البخاری، ج ۲، ص ۵۶۷۔

۳۷۔ شرح صحیح مسلم، ج ۷، ص ۳۳۱۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں، جن کا ذکر سب سے زیادہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ قرآن پاک میں [illegible] کے نام پر [illegible]۔

ذنب تحقیق وتنقید کے میزان پر

■ حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد رمضان گل تر چشتی قادری

الفتح

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ○ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ (الآیت)

"بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔" الخ (ترجمہ کنز الایمان)

یہ ہے ترجمہ امام اہلسنت، مجدد ملت، عظیم البرکت، اعلیٰ حضرت شیخ العرب والعجم، مفسر اعظم، پروانہ شمع رسالت، پاسبان شان نبوت، محسن جماعت، پیر طریقت الحافظ القاری الحاج سیدنا و مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

لاریب یہ ترجمہ خصوصاً اور عموماً تمام قرآن مجید کا ترجمہ جو کہ کنز الایمان سے موسوم ہے موافق اہل سنت، عقائد کا محافظ، صحیح العقل کا رہبر، اہل حق کا مؤید، صحیح اور واضح اور مصرح حق، جوابات اہل کا بیان حق، بے اصل بیان سے مبرا، کلام معجز نظام کا باربط ترجمہ، مطابق تفاسیر ارباب علم لغت، اسلوب قرآن، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم، انوار بزرگان کا مصداق، الہامی اشارہ اور روحانی نظارہ ہے۔

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ ہدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم!

لیکن علامہ غلام رسول سعیدی حال شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم نعیمیہ کراچی کے نزدیک لیغفر لک اللّٰہ (الآیت) کا ترجمہ اعلیٰ حضرت غیر صحیح ہے، کہ

"ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت، اطلاقات قرآن، نظم قرآن اور ایمانی سیاق کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات اور ایرادات ہیں۔"
(شرح صحیح مسلم ص ۳۲۵ ج ۷ مطبوعہ لاہور)

اور اسی طرح اپنی مرقومہ شرح صحیح مسلم شریف کی مختلف جلدوں میں اس ترجمہ شریف پر ایسی ایسی واردات فرمائیں کہ

الامان والحفیظ اور یمین ویسار سے بے پرواہ ہو کر وہ موشگافیاں کیں کہ ارباب ادب کو متحیر کر دیا اور اس پر طرہ یہ کہ اسلاف میں جو بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہم خیال نظر آیا وہ بھی نشانہ سعیدی بنا اور